سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۲۴

لذتِ ذکر کی وجد آفرینی

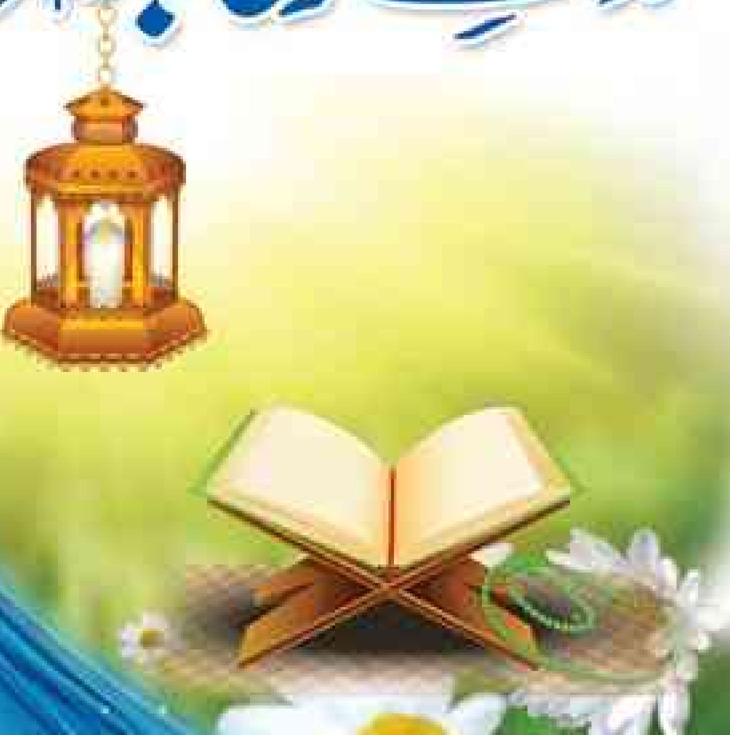

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۲۴

لذتِ ذکر کی وجد آفرینی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ امیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا دامت برکاتہم کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام وعظ	: لذّتِ ذکر کی وجد آفرینی
واعِظ	: عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ وعظ	: ۳؍جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۵؍اکتوبر ۱۹۹۷ء، بروز اتوار
مقام وعظ	: ساحل سمندر، ماریشس
ترتیب و تصحیح	: جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)
تاریخ اشاعت	: ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۹ نومبر ۲۰۱۴ء
زیرِ اہتمام	: شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
	پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051
	ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر	: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کو ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

مخلوق کے لیے خالق سے تعلق نہ توڑیں ۵

اللہ تعالیٰ کا نظامِ ربوبیت ۵

ذکر کا ایک مفید طریقہ ۷

طریقِ عشق و محبتِ الٰہیہ ۸

تقویٰ سے رہنا عشقِ الٰہی کی دلیل ہے ۸

تصوف تابعِ شریعت ہے ۹

اللہ کی فرماں برداری میں ہی چین و سکون ہے ۱۱

حدیث میں جنت طلب کرنے اور جہنم سے پناہ مانگنے کی دعا ۱۲

اہل اللہ کا تکبر سے حفاظت کے لیے غیبی انتظام ۱۳

حضرت پھولپوری کے چند دلچسپ واقعات ۱۴

استقامت علی التقویٰ کی ایک عجیب و غریب مثال ۲۱

گناہوں سے دل کا سکون برباد ہوجاتا ہے ۲۳

نورِ ہدایت اتباعِ شریعت سے ملتا ہے ۲۴

عطائے نورِ ہدایت کی تین علامات ۲۵

حدیث پاک کی ایک دعا کی عالمانہ تشریح ۲۷

حیاتِ عاشقانہ اور حیاتِ فاسقانہ میں فرق ۲۹

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

www.khanqah.org

لذّتِ ذکر کی وجد آفرینی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

مخلوق کے لیے خالق سے تعلق نہ توڑیں

مثنوی مولانا روم میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

گفت ایاز اے مہترانِ نامور
امرِ شہہ بہتر با قیمت یا گوہر

یعنی خدا کا حکم بہتر ہے یا اپنی حرام خواہشات کے موتی کو اللہ کے حکم پر توڑ دینا زیادہ قیمتی ہے؟ بس خدا کے حکم کی عظمتوں کو مت توڑو، اپنا دل توڑ دو پھر دیکھو ایسا ایمان و یقین، احسانی کیفیت اور خوشی عطا ہو گی جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں۔ لہٰذا مرنے والی لیلاؤں کے چکر میں اپنے مولیٰ سے محروم نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا بنانے کے لیے اور غیروں سے چھڑانے کے لیے لیلاؤں کو دیکھنا حرام فرمایا ہے اور اگر ان کو دیکھ بھی لیا تو کیا پاؤ گے؟ لیلیٰ اور مجنوں کو قبر میں دیکھو اور ان کی مٹی کو چھانو، سائنسی آلات سے مٹی کی تفتیش کرو، نہ کہیں لیلیٰ کی آنکھ ملے گی نہ مجنوں کا عشق۔ آہ! ایسے فانی مٹی کے کھلونوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو ضایع مت کرو۔

اللہ تعالیٰ کا نظامِ ربوبیت

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے وہاں اللہ موجود ہے، یہ شرف دنیا میں کسی اور کو حاصل نہیں کہ جس کا نام لیا جائے وہاں اُس کا مُسمّٰی بھی ہو، سوائے خدا کے، جہاں ان کا نام لیا جاتا ہے وہاں وہ خود موجود ہے۔ اگر میں ابھی اپنے شیخِ ثانی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کا نام لوں تو حضرت یہاں موجود نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا

نام جہاں لیا جائے گا وہاں اللہ موجود ہے، یعنی ان کے اسم میں اور مسمیٰ میں فاصلہ نہیں ہے، جس نے اللہ کا نام لیا اس کو اسی وقت اللہ ملا، لہٰذا مولانا رومی نے فرمایا اللہ کا جو عاشق اللہ کا نام لیتا ہے اس کو اسی وقت اللہ مل جاتا ہے۔ جب ابّا کا نام لے کر تمہیں رونا آتا ہے تو ربّا کا نام لے کر آنسو کیوں نہیں بہاتے ہو؟ جس نے ہم کو پالا ہے اور کس عظیم الشان انتظام سے پالا ہے کہ زمین و آسمان، سمندر و پہاڑ، سورج و چاند کو ہماری پرورش میں لگا دیا، سارے عالم کا نظامِ فلکیات اور نظامِ ارضیات ہماری پرورش میں لگا ہوا ہے، چاند سے سمندر کی لہروں کو کنٹرول کیا، سورج کے ذریعے سمندر سے بادل اُٹھائے جن سے بارش ہوئی، بارش سے غلہ پیدا ہوا، چوپایوں کو ہل میں جوتا، پھر سورج سے غلہ پکایا۔ تو اللہ نے سارا عالم ہماری پرورش میں لگایا ہے لیکن ہمیں اپنے لیے پیدا کیا۔ تو سوچئے! ہم کتنے اہم ہیں کہ اللہ نے اتنا بڑا نظامِ عالم ہمارے لیے پیدا کیا تو چوں کہ اللہ خود اہم ہے اور ہم سب کو اس نے اپنے لیے پیدا کیا تو جس کو اللہ نے اپنے لیے پیدا کیا وہ بھی قیمتی ہوا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ناچیز ہیں پھر بھی ہیں بڑی چیز مگر ہم
دیتے ہیں کسی ہستی مطلق کی خبر ہم

یعنی ہمارا وجود اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلیل ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر سن لو، میں نے قونیہ جاکر وہ جنگل دیکھا ہے جہاں مولانا اللہ کی یاد میں آہ و فغاں کرتے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایسی جگہ آہ و فغاں کرتا ہوں، اللہ کا نام لیتا ہوں جہاں کوئی مخلوق نہیں ہوتی ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیر خدا محرم نبود

میری آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہیں ہوتا اور میری محبت کا بھید اور راز سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ آج بھی یہاں جنگل اور سمندر جیسی عظیم مخلوق ہمارے سامنے ہے۔ کوئی انسان دس کلو پانی بھی خلا میں نہیں لٹکا سکتا، لیکن اللہ نے خلا میں کروڑوں من پانی رکھ دیا جس کے نیچے نہیں کوئی کالم، واہ رے میرے ربُّ العالَم!

ذکر کا ایک مفید طریقہ

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری روح میں دودھ اور شکر گھل گیا ہے۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

میرے مرشدِ اوّل شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بارہ مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ اس طرح زیارت نصیب ہوئی کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی دیکھے اور خواب ہی میں پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا عبدالغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں عبدالغنی! تم نے رسولِ خدا کو خوب دیکھ لیا۔ تو حضرت نے ہم کو اس طرح ذکر سکھایا تھا کہ جب اللہ کہو تو یہ تصور کرو کہ زبان سے بھی اللہ نکل رہا ہے اور دل میں ایک زبان ہے اس سے بھی اللہ نکل رہا ہے، دونوں زبانوں سے اللہ نکل رہا ہے۔ اور اللہ کو اتنا کھینچ کر ادا کرو کہ اس میں ہماری آہ بھی شامل ہو جائے، جب اللہ کہو تو سمجھ لو میرے جسم کے ہر بال سے اللہ نکل رہا ہے، سمندر کے ہر قطرے سے اللہ نکل رہا ہے، درختوں کے ہر پتے سے اللہ نکل رہا ہے، ستاروں سے اللہ نکل رہا ہے، سورج اور چاند سے اللہ نکل رہا ہے، آسمان سے اللہ نکل رہا ہے، ریت کے ایک ایک ذرّے سے اللہ نکل رہا ہے، سارا عالم اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس طرح ذکر کرو پھر دیکھو کیسا مزہ آتا ہے۔

پرندے کا چھوٹا سا بچہ جس کے ابھی پَر بھی نہیں نکلے وہ آسمان کی طرف دیکھتا رہتا ہے کیوں کہ اس کی قسمت میں اُڑنا ہے۔ آہ! جس کو اللہ والا ہونا ہے، اس کے دل میں بچپن ہی سے اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا کیسا استدلال ہے۔

ہم چوں فرخ میل او سوئے سماء
منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا

فرخ کہتے ہیں پرندے کے اس بچے کو جس کے ابھی پَر نہیں نکلے مگر وہ آسمان کی طرف ہی دیکھے گا جیسے منتظر ہو کہ کب اللہ تعالیٰ ہمیں پَر دیں اور ہم اُڑ جائیں۔ جس کو ولی اللہ بننا ہے اس کے قلب وروح میں پرواز کا میلان ہوتا ہے کہ میں کب اپنے اللہ کی طرف اُڑ کر پہنچ جاؤں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ جب میں کسی کا انتظار کرتا ہوں تو دو شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

آپ کا انتظار کرتا ہوں
شوق کو اپنے پیار کرتا ہوں

آپ آتے ہیں جب تصور میں
میں خزاں کو بہار کرتا ہوں

طریقِ عشق ومحبتِ الٰہیہ

اختر ایسے بزرگوں اور اللہ کے عاشقوں میں رہا ہے پھر اسے زاہدِ خشک لوگوں سے کیسے مناسبت ہو؟ مجھ کو تو عشق ومحبت سے مناسبت ہے اور اپنے دوستوں کے لیے بھی یہی چاہتا ہوں کیوں کہ عاشقی کا راستہ ہی شارٹ کٹ اور بہت جلد اُڑا لے جانے والا ہے، سارے صحابہ کرام عاشق تھے، ایک بھی صحابی خشک نہیں تھا کیوں کہ یُّحِبُّھُمۡ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، وَیُحِبُّوۡنَہٗۤ اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو محبت والا خشک کیسے ہو سکتا ہے، وہ خوش تو رہتا ہے خشک نہیں رہتا ہے، اہلِ محبت اہلِ خشک نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے یُّحِبُّھُمۡ وَیُحِبُّوۡنَہٗۤ[1] کی اس آیت سے ثابت کر دیا کہ جتنے صحابہ کرام ہیں سب اہلِ محبت ہیں۔ میں نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد پڑھا تھا کہ عاشقوں میں زیادہ رہو، مسائل تو علماء سے پوچھو مگر زندگی گزارو اہلِ محبت کے ساتھ اور اگر وہ عالم بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے، نورِ علم بھی ہے اور نورِ عمل بھی ہے۔

تقویٰ سے رہنا عشقِ الٰہی کی دلیل ہے

اسبابِ گناہ سے ڈرنا دلیل عشق خداوندی ہے، جو گناہ سے ڈرتا ہے تو یہ دلیل ہے کہ

[1] المآئدۃ:۵۴

وہ اللہ پر عاشق ہے، اللہ کو ناخوش نہیں کرنا چاہتا اور جو جانوروں کی طرح رہتا ہے کہ تسبیح بھی پڑھ رہا ہے اور غیر عورتوں سے خوب باتیں بھی کررہا ہے۔ ہم نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ ہاتھ میں تسبیح ہے اور عورتوں سے منہ بنابنا کر حرام لذّت امپورٹ کررہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کی بنیاد ہی تقویٰ پر رکھی ہے کہ جو گناہ سے بچے وہ ہمارا دوست ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ اولیاء اللہ معصوم ہوتے ہیں، ان سے کبھی گناہ نہیں ہوتا، لیکن اگر ان سے کبھی گناہ ہوجائے تو جتنا گناہ ہوتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خدا سے روتے ہیں، ان کے آنسوان کے گناہوں سے زیادہ ہوتے ہیں، اگر ایک خطا ہوجائے تو دریا کا دریا رونے کی تمنا کرتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے
تا نثارِ دلبرے زیبا شُدے

کاش کہ میرے آنسو دریا ہوجاتے اور میں دریا کا دریا روتا تاکہ میرے دلبر اور میرے زیبا اور میرے سراپا حسن و جمال حق تعالیٰ کی ذات پر میرے دریا کے دریا آنسو قربان ہوجاتے۔

تصوف تابعِ شریعت ہے

یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے، اس پر دلیل بھی پیش کرتا ہوں، یہ تمنا ہونا کہ اللہ کے عشق میں دریا کا دریا روؤں اور میرے دریا کے دریا آنسو اللہ پر فدا ہوں، یہ کہاں سے ثابت ہے؟ اس کی دلیل سن لیجیے، حدیث پاک میں ہے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ تَسْقِیَانِ الْقَلْبَ
بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ مِنْ خَشْیَتِكَ[۱]

اے اللہ! ہم کو موسلا دھار برسنے والی آنکھیں عطا فرما، ھَطَّالَۃٌ یعنی ایسا بادل جو بہت برسنے والا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھَاطِلٌ نہیں مانگا، ھَطَّالٌ مانگا ہے یعنی اے اللہ! بہت برسنے والی آنکھیں عطا فرما۔

---

[۱] کنز العمّال: ۱۸۴/۲، باب جوامع الدعاء، مؤسسۃ الرسالۃ

اب آپ کہیں گے کہ ہم تو مذکر ہیں پھر ہماری آنکھیں مؤنث کیوں ہیں؟ تو مذکر کے بھی جو دو دو اعضا ہیں جیسے کان، آنکھیں، ہونٹ، ہاتھ، پیر عربی زبان میں یہ سب مؤنث ہیں۔ آگے ہے تَسۡقِیَانِ الۡقَلۡبَ بِذُرُوۡفِ الدُّمُوۡعِ یا اللہ! یہ آنسو ہمارے دل کو سیراب کردیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی یاد میں رونے سے دل ہرا بھرا ہوتا ہے، ایمان کا باغ ہرا بھرا ہوتا ہے، زمین کی کھیتی میں دریا کا پانی دو اور ایمان کی کھیتی میں آنکھوں کا پانی دو۔ صاحبِ قصیدہ بردہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی کو نظرِ حرام سے دیکھا تو اپنے اوپر سمندر کا سمندر ڈال لے تب بھی پاک نہیں ہوگا، مگر ندامت کا ایک آنسو بہادے تو پاک ہوجائے گا۔ یہ آنسو معمولی نعمت نہیں ہیں۔ میں تصوف کی جو باتیں بھی پیش کرتا ہوں اس پر قرآنِ پاک یا حدیث پاک کی دلیل پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ میرا طریقت پابندِ شریعت ہے، یہ بہت بڑی نعمت ہے، ورنہ جہاں بے دلیل باتیں ہوں وہاں علماء کا دل نہیں لگتا۔

دینی کتاب پڑھنے میں اور شیخ کی زبان سے دین کی بات سننے میں یہ فرق ہے کہ کتاب میں علم کا نور ہے لیکن جب آدمی شیخ کی زبان سے سنتا ہے، اپنے مرشد کی زبان سے، پیر کی زبان سے سنتا ہے تو شیخ کے قلب کا نور علم کے نور کے ساتھ کانوں میں آتا ہے پھر مرید نورٌ علیٰ نور ہوجاتا ہے۔ جس نے آنکھوں سے کتاب کے علم کو درآمد کیا، استیراد کیا، امپورٹ کیا تو اس کتاب میں صرف اللہ والے کی تحریر کا نور ہوگا، مگر جو اپنے شیخ سے سنتا ہے، شیخ کے قلب میں اللہ کی جو نسبت ہے، اولیاء اللہ اور ولایت کے جو انوار ہیں وہ اس کی زبان کے الفاظ میں شامل ہوکر کانوں کے ذریعے دل میں داخل ہوتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شیخ نورانی ز رہ آگاہ کند

نور را بالفظہا ہمراہ کند

اللہ والا جب اللہ کا راستہ بتاتا ہے تو وہ جو الفاظ بولتا ہے اس کے الفاظ اس کے نورِ باطن کا کیپسول بن کر کانوں کے ذریعے دل میں اُتر جاتے ہیں۔ اللہ والے اللہ کا راستہ بتاتے ہیں، اپنے الفاظ کے ساتھ اپنے دل کے نور کو شامل کرکے وہ کانوں کے ذریعے مرید کے دل میں اپنے الفاظ اور دل کا نور اتار دیتے ہیں۔

ایک تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ جہاں خانقاہ ہو وہاں ایک دارالعلوم بھی ہو کیوں کہ جہاں دارالعلوم نہیں تھے وہاں پیروں کے انتقال کے بعد بدعت شروع ہو گئی اور طبلے سارنگی بجنے لگے۔ دیکھو! حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد وہاں کوئی بدعت نہیں ہوئی کیوں کہ حضرت نے ایک مدرسہ قائم کر دیا تھا۔ تو جہاں جہاں دارالعلوم ہیں وہاں کسی کی مجال نہیں کہ طبلہ بجادے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے ولی اللہ تھے، مگر حضرت نے کوئی دارالعلوم نہیں بنایا تھا لہٰذا آج دیکھو ان کے مزار پر کتنی بدعات ہو رہی ہیں، ان حضرات کو فتنہ کا علم نہیں تھا۔ اس لیے یہ نصیحت یاد رکھو کہ جو خانقاہ بنائے وہاں ایک دارالعلوم ضرور ہو تاکہ چمگادڑ نما لوگ نہ آجائیں، وحی الٰہی کی روشنی میں چمگادڑ آ ہی نہیں سکتی، اس کو روشنی سے نفرت ہے، علم شریعت کے ساتھ بدعت نہیں آسکتی۔ یہ معمولی نصیحت نہیں ہے، مریدوں کے اعتقاد و جوش پر شاندار خانقاہ تو بن گئی، جیسے کسی کا کروڑ پتی مرید ہے، اس نے خانقاہ تو بنادی لیکن وہاں ایک دارالعلوم بھی ضرور کھولو تاکہ وحیِ الٰہی کی روشنی قیامت تک رہے۔ آج پیر تو متبع شریعت ہے لیکن کل کو اس کی اولاد کا متبع شریعت ہونا لازم نہیں ہے، ضروری نہیں ہے کہ پیر کا بچہ بھی پیر ہو، لہٰذا آگے چل کر جب بچوں نے دیکھا کہ ہم تو پیر نہیں بنے اور ہمیں کوئی نہیں پوچھتا، تب انہوں نے ڈھول وغیرہ لاکر دوسرے طریقے سے کمانا شروع کر دیا، بدعت شروع کر دی، بدعت پیٹ سے پھیلتی ہے، بدعت پیٹ کے لیے پیدا ہوتی ہے۔

اللہ کی فرماں برداری میں ہی چین و سکون ہے

اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ انہوں نے ہم کو یہاں آنے کی توفیق دی ورنہ اگر وہ ہمیں توفیق نہ دیتا تو ہم سب اپنے اپنے گھروں کو چمٹے رہتے۔ اللہ کا دین سیکھنے کے لیے اپنے شیخ و مربی کے ساتھ سفر کرنا عظیم الشان نعمت ہے، یہاں آنے سے ہم سب کو صالحین کی صحبت مل گئی، الحمد للہ، مجھ کو بھی آپ حضرات کی صحبت مل رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا کتنا شکر ہے، کیوں کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو یہ مزہ اور یہ سکون نصیب نہیں ہے۔ اگر بادشاہ اپنا خیمہ جنگل میں، سمندر کے کنارے لگالے تو بھی اسی فکر میں رہتا ہے

کہ ملک میں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو رہی، ہر وقت اپوزیشن کے ڈنڈے کی فکر لگی رہتی ہے اور اللہ والوں کو صرف دو اپوزیشن کے ڈنڈے کی فکر رہتی ہے، ایک شیطان دوسرا نفس، اور جب نفس کو کنٹرول کر لیا تو شیطان بھی اللہ کی مدد سے بھاگ جاتا ہے۔ بس صوفی کو ایک ہی غم ہے یعنی نفس کا، نفس کی ظاہری گناہوں سے بھی حفاظت کرو کہ حرام نظر سے بچو، ایئر ہوسٹسوں سے بچو ورنہ یہ آپ کی قلندری لے اڑے گی، سمندر کے ساحل پر جتنے لوگ قلندر بن رہے ہیں اگر انہوں نے ایئر ہوسٹسوں سے نظر ملالی اور حرام مزے کا زہر دل کے اندر چلا گیا تو سمجھ لو کہ قلندر کیا ہو گا پھر تو بندر ہو جائے گا، انسان بھی نہ رہے گا، اللہ کی نافرمانی سے آدمی بندر ہو جاتا ہے کیوں کہ اللہ نے جن کو عذاب دیا ہے ان کو بندر ہی بنایا ہے، قِرَدَةً خَاسِئِينَ[۳] اور اگر صورت بندر کی نہ بنے تو باطن تو بندر بن جائے گا۔ ایک تو اس گناہ سے بچو کہ کسی حسین پر نظر نہ ڈالو اور دوسرا اس گناہ سے بچو کہ دل میں گندے خیالات نہ لاؤ اور اگر کسی اچھے وصف پر شیطان وسوسہ پھونکے تو بھی دل میں اپنی بڑائی نہ آنے دو۔ اب پھونک پر ایک قصہ سن لو، لندن میں میرے پاس ایک خوب موٹا تگڑا آدمی آیا، اس نے کہا کہ مولانا ہمیں ایک پھونکا دے دو، میں نے زندگی میں یہ لغت کبھی نہیں سنی تھی، پھونک تو سنا تھا کہ بھئی! ہم کو پھونک مار دو لیکن اس نے پھونکا کہا تو مجھے بہت مزہ آیا، جب میں مزہ لیتا ہوں تو اعلان بھی کرتا ہوں، لہٰذا میں نے اعلان کر دیا کہ جس کو پھونکا لینا ہو وہ جلدی سے میرے پاس آجائے، دیکھو! اس آدمی نے ہم سے پھونکا لیا ہے اگر کسی اور کو پھونکا لینا ہو تو وہ دیر نہ کرے۔

حدیث میں جنت طلب کرنے اور جہنم سے پناہ مانگنے کی دعا

اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ اے اللہ! ہم سب آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ کیوں کہ اس جغرافیے پر تو قیامت آنے والی ہے، کتنی ہی مفرح شکل ہو مگر ہماری اس فرحت پر قیامت آنے والی ہے اور جنت پر کبھی قیامت نہ آئے گی تو ہم عارضی بہاروں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے کیوں نہ دائمی بہار مانگ لیں۔ جب عارضی بہار دیکھ کر دل میں مزہ آئے تو کیوں نہ ہم دائمی بہار مانگ لیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ

---

[۳] البقرۃ:۶۵

اِلَیۡھَا، اے اللہ! ہم کو جنت عطا فرما اور جنت میں لے جانے والے اعمال بھی نصیب فرما۔ مقرّب عمل وہ ہے جو ہمیں جنت سے قریب کردے۔ آگے ہے وَ اَعُوۡذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیۡھَا[۴] اور جہنم سے پناہ نصیب فرما اور گناہوں سے بچا کیوں کہ یہی جہنم سے قریب کرتے ہیں۔

اہل اللہ کا تکبر سے حفاظت کے لیے غیبی انتظام

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، الحمدللہ! اختر نے اوّل شاگردی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی اختیار کی کیوں کہ میں دیہات میں پڑھتا تھا، وہاں ہم کو مثنوی مل گئی اور میرے قرآنِ مجید کے جو استاد تھے وہ زبردست آواز سے مثنوی پڑھتے تھے کہ ہندو کافر بھی ان کی آواز سن کر کھڑے ہو جاتے تھے، کافروں کو بھی بہت مزہ آتا تھا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کبھی لوگ اہل اللہ کو کسی ایسے معاملے میں بدنام کرتے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لیکن انہیں گھبرانا نہیں چاہیے، اگر دشمن بدنام کرے تو گھبرانا نہیں چاہیے، یہ اللہ کی طرف سے کونین ہے تاکہ تکبر اور بڑائی کا ملیریا نہ چڑھے، کونین کڑوی دوا ہوتی ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے لکھا کہ آپ گدھے ہیں (نعوذ باللہ) حضرت نے سب کو پڑھ کر سنا بھی دیا، یہ ان ہی کا دل تھا۔ اور فرمایا کہ دیکھو! تم لوگ ہم کو حکیم الامت لکھتے ہو جبکہ ایک شخص نے لکھا ہے کہ آپ گدھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ کونین اللہ بھیجتا ہے تاکہ دولتِ کونین حاصل ہو۔ پھر فرمایا کہ اس سے تکبر اور بڑائی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے لیے کبھی ایسا بھی کوئی انتظام کردیتے ہیں لہٰذا گھبرانا نہیں چاہیے۔ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے بسا زر دہ سیاہ تابش کنند

تا شود ایمن ز تاراج و گزند

کبھی کبھی عالم غیب سے سونے کی ڈلی کو سیاہ ناب کر دیا جاتا ہے یعنی اس پر کالا تارکول لگا دیا جاتا ہے تاکہ چوروڈاکو سونے کو پہچان نہ سکیں اور وہ چوری ہونے سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ

[۴] سنن ابن ماجہ: ۳۸۴۶، باب الجوامع من قول او عمل۔ کنزالعمال: ۲/۷۷، (۳۲۱۰)

اپنے اولیاء کو چوری ہونے سے بچاتے ہیں یعنی کبھی کبھی کوئی ایسی بدنامی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں بے وقوف لوگوں سے بچالیتے ہیں جبکہ عقل مند کہتے ہیں کہ یہ غلط بات ہے، مولیٰ والا لیلیٰ چور نہیں ہو سکتا، وزیر اعظم آلو نہیں چرا سکتا۔

متہم کم کن بدزدی شاہ را
عیب کم گو بندۂ اللہ را

اللہ والوں پر چوری کا الزام مت لگاؤ، زبان سے اللہ والوں کا عیب مت نکالو ورنہ محروم ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے۔ آپ کسی کے بیٹے کی برائی کیجیے، دیکھیے باپ کو غصہ آتا ہے یا نہیں۔ جو لوگ اللہ والوں کی برائی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے رجسٹر سے ان کا اخراج کر دیتے ہیں کہ تم اس قابل نہیں ہو، ہمارے دوستوں کو برا کہتے ہو، ہم تم کو اپنا دوست نہیں بنائیں گے۔ اس لیے اللہ والوں کے متعلق اپنی زبان کو خاموش رکھو۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

ہر پھول یعنی ہر اللہ والے کا رنگ الگ ہے، کسی پر جمال یعنی اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت غالب ہے، کسی پر جلال غالب ہے۔

حضرت پھولپوری کے چند دلچسپ واقعات

ایک صاحب ہمارے پیر بھائی بھی تھے اور ہمارے شیخ مولانا عبد الغنی صاحب کے مُجازِ صحبت بھی تھے، انہوں نے اپنے شیخ کی شکایت ان کے شیخ یعنی حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجی کہ مولانا عبد الغنی صاحب بہت غصہ والے ہیں، ذرا سی دیر میں ایک دم غصہ آجاتا ہے۔ تو حضرت تھانوی نے لکھا کہ ہماری جماعت میں غصہ والا بھی ہونا چاہیے، اگر سب لوگ نرم ہوں گے تو دشمن ہمیں کھا جائیں گے۔ لیکن حضرت کا غصہ کیسا تھا؟ ایک نوجوان پر حضرت کو غصہ آیا اور اسے کچھ سخت سست کہہ دیا پھر خیال آیا کہ یہ میرا مرید بھی نہیں ہے، میرا شاگرد بھی نہیں ہے پھر میں نے اس کو سخت سست کیوں کہا؟ ایک انسان کو اتنا زیادہ کیوں ڈانٹا؟ مجھ سے ظلم ہو گیا۔ تو حضرت عصر کے بعد ایک میل دور معافی مانگنے اس کے گھر پیدل گئے۔ اتنا بڑا عالم اور اللہ والا جو آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتا ہو، اس نے اپنے کو کچھ نہیں سمجھا کہ میں کوئی چیز ہوں

اور حضرت نے مجھ سے خود فرمایا کہ مجھ کو اتنی پریشانی ہوئی، قیامت کا خوف ایسا غالب ہوا کہ اللہ اگر پوچھے گا کہ تم نے میرے ایک بندے کو اتنا زیادہ کیوں ڈانٹ دیا جبکہ وہ تمہارا شاگرد بھی نہیں تھا، تمہارا مرید بھی نہیں تھا تو میں کیا جواب دوں گا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں غم و پریشانی میں راستہ بھول گیا اور کھیتوں میں گھستا ہوا بہت دیر کے بعد وہاں پہنچا، پھولپور سے ایک میل دور تھا، وہاں پہنچ کر اس آدمی سے کہا کہ مجھ کو معاف کر دو، آج میں نے تم کو بہت زیادہ ڈانٹا ہے حالاں کہ تم میرے مرید بھی نہیں ہو، شاگرد بھی نہیں ہو۔ اس نے کہا کہ مولانا! آپ تو میرے باپ جیسے ہیں، باپ کو حق ہے کہ بیٹے کو ڈانٹے، آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو! باپ کہنے سے ہم باپ نہیں بن جائیں گے، جب تک تم یہ نہیں کہو گے کہ میں نے معاف کر دیا، میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، کیوں کہ معلوم نہیں قیامت کے دن عبد الغنی کا کیا حال ہو گا۔ بس حضرت معافی مانگ کر واپس آئے اور فرمایا کہ اس رات مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح زیارت ہوئی کہ دو کشتیاں ہیں، ایک کشتی پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں اور پیچھے کچھ فاصلے پر میری کشتی ہے، اس پر میں اکیلا بیٹھا ہوں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! مولانا عبد الغنی کی کشتی کو میری کشتی سے جوڑ دو، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری کشتی کو پکڑا اور گھسیٹ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی سے کھٹ سے ملا دیا۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ آج تک اس کی کھٹ سے جڑنے کی آواز کا مزہ آرہا ہے۔ حضرت شاعر نہیں تھے مگر اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں پیش کیا۔

مضطرب دل کی تسلی کے لیے

حکم ہوتا ہے ملا دو ناؤ کو

حضرت میں جو غصہ تھا وہ اللہ کے لیے ہوتا تھا۔ اعظم گڑھ سے پہلے ایک اسٹیشن ہے، وہاں عصر کا وقت ہو گیا، حضرت کو ایک ریل پکڑنی تھی، حضرت اس اسٹیشن پر نماز پڑھ رہے تھے، درود شریف پڑھ کر سلام پھیرنے ہی والے تھے کہ دو ہندو ٹھاکر لاٹھی لیے گزرے، انہوں نے آپس میں بات کی کہ یہ مولوی بہت فسادی ہے، ہندو اور مسلمانوں کو لڑواتا ہے، تو حضرت نے سلام پھیر کر اپنی لاٹھی اٹھائی جس کا نام عبد الجبار رکھا ہوا تھا، وہ ہر وقت سرسوں کے تیل میں

ڈوبی رہتی تھی اور اتنی وزنی تھی کہ ہم سے تو اٹھانا بھی مشکل تھا مگر حضرت اسے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر چلاتے تھے، حضرت پہلوان تھے اور ان کا سینہ اتنا آگے کو نکلا ہوا تھا کہ بالکل ناک کی سیدھ میں تھا، حضرت فرماتے تھے کہ تم لوگ تو ایک چمچہ گھی کھاتے ہو اور ہم دال میں ڈیڑھ پاؤ اصلی گھی ڈال کر کھاتے تھے۔ تو حضرت نے عبد الجبار اٹھایا اور کھڑے ہو کر فرمایا خبیثو! تم مجھ کو فسادی کہتے ہو، بس ان دونوں کو دوڑا دیا، دونوں وہاں سے دم دبا کر بھاگ نکلے۔

ایک دفعہ میں اور میرا ایک پیر بھائی اور حضرت اسٹیشن پر ریل کا انتظار کر رہے تھے کہ کالج کے بیس نوجوان لڑکے جو ہولی کا تہوار منا رہے تھے، وہ حضرت پر رنگ ڈالنے کے لیے دوڑے۔ ہندوستان میں ہولی کے زمانے میں اگر کسی عالم پر رنگ ڈال دیا جاتا تھا تو مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے تھے، وہ اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں کہ ہمارے عالم کی بے عزتی ہوئی۔ ہم دونوں نے سوچا کہ جان دے دیں گے کیوں کہ بیس آدمیوں سے مقابلہ ہے اور سب تگڑے جوان ہیں، ہم نے بھی تیاری کرلی اور میرے شیخ نے بھی اپنی لاٹھی عبد الجبار کو ہاتھ میں لے لیا۔ جب حضرت کو غصہ آتا تھا تو سینہ اور پھیل جاتا تھا، آنکھیں لال ہو جاتی تھیں اور گردن کی رگیں پھول جاتی تھیں۔ ایک ہندو کہتا تھا کہ مولانا جب ڈانٹتے ہیں، غصے میں للکارتے ہیں تو ہم لوگوں کی دھوتی گیلی ہو جاتی ہے۔ تو حضرت نے جب کھڑے ہو کر ان کو للکارا اور کہا خبیثو! اگر تم لال رنگ سے ہولی کھیلتے ہو تو ہم تمہارے خون سے ہولی کھیلیں گے، بس سب بھاگ نکلے۔

اللہ نے حضرت کو ایسی ہیبت دی تھی کہ ہندوؤں کے ایک میلے میں جس میں دس ہزار ہندو تھے اور وہ میلہ دس دن تک رہتا تھا، اس میں وہ سیتارام کا ناٹک دِکھاتے تھے۔ ایک خبیث جن ان کے دیوتا رام کی بیوی سیتا کو لے کر بھاگ گیا۔ بتایئے! ان کے خدا ایسے تھے جن کی بیوی کو کوئی جن لے بھاگا تو اسے چھڑا بھی نہ سکے اور پھر اُس جن نے سیکنڈ ہینڈ کر کے بیوی کو واپس کیا تو اس کو لے بھی لیا، شرم بھی نہ آئی۔

اکبر الٰہ آبادی شاعر ایک مشاعرہ میں شریک تھے، مشاعرہ کا صدر وہاں کا کمشنر تھا، اس کا نام سیتارام تھا، اکبر الٰہ آبادی نے کمشنر کے نام کے بارے میں کہا ؎

کچھ عجیب ترکیب ہے اس نام کی\
حقیقت ہی نہیں کھلتی ہے سیتارام کی

مطلب یہ کہ سیتا مؤنث یعنی عورت ہے اور رام مرد ہے، تو یہ نر ہے یا مادّہ؟ اس نام کی عجیب ترکیب ہے، یہ کیسی ترکیب ہے؟ وہ مارے شرم کے اٹھ کر بھاگ گیا۔

تو ہندو اس جن کو را کھشس یعنی خبیث شیطان کہتے ہیں اور اس کا پتلا بنا کر جلاتے ہیں۔

بجنور سے ایک اخبار نکلتا تھا اس میں قرآن شریف کا پورا ایک رکوع چھپا تھا، ہندوؤں نے وہ اخبار اس جن کے پتلے میں لگایا ہوا تھا، ان کافروں کو کیا معلوم کہ یہ قرآن پاک ہے، اب وہ شیطان کے اس پتلے کو اس ضد میں دیا سلائی لگانے والے تھے کہ یہ ہمارے خدا کی بیوی لے کر بھاگا تھا۔ حضرت کو ایک آدمی نے خبر دی کہ حضرت بیتارام کے ناٹک میں قرآن مجید جلایا جا رہا ہے۔ بس حضرت نے لاٹھی اٹھائی اور دس ہزار کے مجمع میں پہنچ گئے۔ حضرت کے ساتھ ان کے ایک شاگرد مولوی شمس الحق تھے بس اور کوئی نہیں تھا اور حضرت نے ان کو بھی بلایا نہیں تھا کہ میرے ساتھ چلو، وہ مسجد میں موجود تھے لہٰذا حضرت کے ساتھ چلے گئے۔ ہے کسی کی اتنی ہمت کہ اکیلا دس ہزار کے مجمع میں چلا جائے؟ حضرت نے ان کو لاٹھی دکھائی اور کہا کہ عبد الغنی پانچ سو کافروں کو مار کر شہید ہو گا اور یہ مشہور تھا کہ حضرت پانچ سو کے لیے تنہا کافی ہیں، حضرت نے دس برس لاٹھی اور تلوار چلانا سیکھی تھی۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر ہم کو ہندوؤں سے لڑنا ہوا، جہاد کرنا ہوا تو ہماری فوج اعظم گڑھ سے آئے گی اور اشارہ حضرت عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا۔ بس ہندوؤں نے اخبار کاٹ کر کے حضرت کو دے دیا اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ ہم آپ سے نہیں لڑیں گے کیوں کہ آپ اکیلے پانچ سو آدمیوں کے لیے کافی ہیں۔

ایک مرتبہ پھولپور کے ہندوؤں نے بنارس کے چودہ پہلوان بلائے کہ مولانا کا یہاں بڑا رعب جم رہا ہے کہ مولانا بہت اچھی لاٹھی چلانا جانتے ہیں لہٰذا تم ان سے مقابلہ کرو۔ ہمارے شیخ کے مدرسے کا احاطہ بہت بڑا تھا، چودہ ہندو پہلوانوں نے کہا کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا کیسے جیتتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ مجھ سے کیا لڑیں گے میرے شاگرد ہی سے لڑ لیں تو بڑی بات ہے۔ یہ کہہ کر اپنے شاگرد کو حکم دیا کہ تم ان سے لڑو۔ اس نے جو لاٹھی چلائی تو جتنے پہلوان تھے کسی کا کان کٹ کر اِدھر گیا، کسی کی ناک پھٹ کر اُدھر گئی۔ میں بھی حضرت سے لاٹھی چلانا سیکھتا تھا اور مولانا ابرار الحق صاحب بھی سیکھتے تھے، ہم دونوں مل کر لاٹھی چلانا

سیکھتے تھے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا شیخ بنایا تھا اور ان کی خدمت میں ایک ایک ماہ رہتے تھے۔ تو چودہ پہلوان وہاں سے بھاگے، کسی کی ناک کٹ گئی، کسی کا کان پھٹ گیا اور سب چلّا رہے تھے کہ ارے! یہ مدرسہ نہیں ہے، یہ پولیس لائن ہے۔

الحمد للہ! اختر اللہ کے ایسے اولیاء کے ساتھ رہا ہے۔ ہمارے حضرت تو جانتے ہی نہیں تھے کہ خوف کیا چیز ہے۔ ایک مرتبہ حضرت کے ایک جہاد میں مَیں بھی شریک تھا۔ پھولپور کے قریب ایک تحصیل ہے، وہاں مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنالی تھی، وہاں سے خبر آئی کہ مسجد شہید کی جارہی ہے، بس حضرت نے اپنی لاٹھی عبد الجبار اٹھائی اور وہاں پہنچ گئے، میں بھی ساتھ تھا، وہاں دیکھا کہ بڑے بڑے تنگڑے ہندوں کھڑے ہیں جو دنیاوی لحاظ سے بھی بڑے عہدے والے تھے، ان کے لیڈر تھے، وہاں لیڈروں کو نیتا کہتے ہیں۔ اس وقت میں نے حضرت کا ایمان دیکھا کہ ہندوؤں کے اتنے بڑے مجمع میں فرمایا او خبیثو! نالائق مردودو! اگر مسجد کو ہاتھ لگایا تو تمہاری لاشوں کو اس مسجد کی جڑ اور دیوار کی بنیاد میں دفن کردوں گا۔ حضرت نے ایسی ڈانٹ لگائی کہ سب ہاتھ جوڑنے لگے کہ مولانا! معاف کردو اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ میرے سامنے کا قصہ ہے۔ حضرت کبھی نہیں ڈرے کہ مجمع کیا چیز ہے۔

ایک مرتبہ حضرت نے مجھ سے خود فرمایا کہ میں تھانہ بھون سے واپس جارہا تھا کہ ایک بندوق والے سکھ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کردی، میں نے اس کو مارنے کے لیے اپنی لاٹھی اٹھائی، اتنے میں ایک اسٹیشن آگیا، تو وہ اسٹیشن پر اتر کر اسٹیشن ماسٹر کے کمرے میں گھس گیا، میں نے کہا کہ اگر مرد ہو تو باہر آجاؤ، وہاں مجمع لگ گیا، ٹی ٹی اور گارڈ سب حیران ہوگئے کہ یہ کون مولانا ہے جو ایک بندوق والے کو اپنی لاٹھی سے مارنے کے لیے کھڑا ہے۔ حضرت کو اللہ نے عجیب وغریب مقام دیا تھا مگر حضرت کی پہلوانی اللہ پر فدا ہوئی۔ حضرت نے دس برس پہلوانی کی، خوب ورزش کی، حضرت کا بدن لوہے کی طرح تھا، جب میں سردی میں حضرت کے ہاتھ پاؤں دباتا تھا تو اتنی طاقت سے دبانا پڑتا تھا کہ مجھے سخت سردی میں پسینہ آجاتا تھا حالاں کہ اس وقت لوگ سوئیٹر اور رضائی اوڑھے ہوتے تھے۔ حضرت نے اپنی پہلوانی کی طاقت اس طرح اللہ پر فدا کی کہ رات کو تین بجے اٹھتے اور زبان پر سب سے پہلا شعر یہ ہوتا۔

عشق من پیدا و دلبر ناپدید
در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

میرا وضو کرنا اور تین بجے رات کو اٹھنا تو دنیا پر ظاہر ہے، مگر میرا محبوب پوشیدہ ہے جس کے لیے میں راتوں کو اٹھ رہا ہوں، دونوں عالم میں کوئی ایسا محبوب تو دکھاؤ جو نظر نہ آئے مگر اس کو راضی کرنے کے لیے مسلمان محنتیں اور مشقتیں کرتے ہیں۔ اس شعر سے حضرت کی صبح کا آغاز ہوتا تھا، اس کے بعد وضو کرکے بارہ رکعات تہجد پڑھتے تھے اور ہر دو رکعات کے بعد اللہ سے اتنا روتے تھے کہ دور تک رونے کی آواز جاتی تھی، دس برس تک حضرت کی آہ وزاری کا یہ منظر اختر نے دیکھا ہے، یہ معمولی نعمت نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے جس کا اختر شکر ادا نہیں کرسکتا۔ حضرت دو رکعات پڑھنے کے بعد جگہ بدل دیتے تھے، ایک جگہ دو رکعات پڑھیں پھر چند قدم دائیں یا بائیں ہو کر دو رکعات پڑھیں۔ میں نے علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط دیکھی، اس میں لکھا تھا کہ جب نفلیں پڑھو تو جگہ چھوڑ کر پڑھو، لِتَعَدُّدِ الشَّوَاهِدِ عَلَى الْخَيْرِ تاکہ تمہاری نیکی کے گواہ تعداد میں زیادہ ہو جائیں۔ کیوں کہ زمین کے جن حصوں پر نیک کام کیے جائیں گے وہ سب قیامت کے دن گواہی دیں گے اور تمہاری بھلائی کے گواہوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔

قصیدہ بردہ کے سو سے زیادہ اشعار ہیں حضرت سارے اشعار پڑھتے تھے، اس کے بعد بارہ تسبیحات کرتے تھے اور حضرت کی آواز ایسی پیاری تھی کہ ایک دفعہ ہندوؤں کی بارات جارہی تھی اور حضرت فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو بارات وہیں کھڑی ہوگئی، وہاں سے ہٹ نہیں سکی کہ ہم یہاں سے ہٹ نہیں سکتے، یہ عجیب وغریب آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے شیخ کو بڑی پیاری آواز دی تھی۔ بارہ تسبیحات کے بعد حضرت فجر کی نماز کی امامت خود فرماتے تھے اور ایسی پیاری نماز پڑھاتے تھے کہ مزہ آجاتا تھا، اس کے بعد مناجاتِ مقبول کی ساتوں منزلیں روزانہ پڑھتے تھے، ہم لوگ ایک منزل بھی نہیں پڑھ پاتے اور حضرت سات منزلیں روزانہ زبانی پڑھتے تھے، دیکھ کر نہیں پڑھتے تھے، پچاس ساٹھ سال سے پڑھتے پڑھتے سب یاد ہوگیا تھا اور حضرت کمر سیدھی کرکے بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ کمر نہ جھکانا ورنہ کبڑے ہو جاؤ گے، اور کرتے کے بٹن سب کھلے ہوتے تھے اور بال عجیب مستانہ انداز میں بکھرے

رہتے تھے۔ دورانِ تلاوت جب دس بیس آیت کے بعد اللہ کا نعرہ لگاتے تھے تو پوری مسجد ہل جاتی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے ریل کے انجن میں اسٹیم زیادہ ہوگئی تو ڈرائیور نے اس کا ڈھکن کھول دیا ہے تا کہ ریل کا انجن زیادہ بھاپ جمع ہونے سے پھٹ نہ جائے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت اللہ کا یہ نعرہ اس لیے لگارہے ہیں تا کہ اندر کی اسٹیم نکل جائے۔ جب حضرت اللہ کہتے تھے تو میں اپنے دل کو حضرت کے دل سے ملالیتا تھا تا کہ کبھی ایسی آہ مجھ سے بھی نکل جائے۔ حضرت روزانہ پانچ پارے تلاوت کرتے تھے، کبھی دس پارے بھی ہوجاتے تھے۔

حضرت ستّر سال کی عمر میں رات تین بجے سے گیارہ بجے تک آٹھ گھنٹے عبادت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو! آٹھ گھنٹے ہوگئے ہیں، ستّر سال کا بوڑھا ہوں مگر میں نے ابھی تک کمر سیدھی نہیں کی۔ دورانِ عبادت حضرت کے آنسو بہتے رہتے تھے، حضرت کی عبادت زاہدانہ نہیں تھی، عاشقانہ تھی، حضرت ایسے عبادت کرتے تھے جیسے کوئی بھوک میں کباب و بریانی کھارہا ہو۔ جب حضرت کا وعظ شروع ہوتا تھا تو ایک آنسو حضرت کے رخسار پر آکر ٹھہر جاتا تھا۔ ہماری جو انتہا میں کیفیت ہوتی ہے حضرت کی ابتدا وہاں سے ہوتی تھی۔ جب وعظ شروع کیا تو ایک آنسو رخسار پر آکر ٹھہر گیا، وہ چمکتا رہتا تھا، گرتا بھی نہیں تھا، گویا اس نے اپنی سیٹ ریزرو کرالی تھی۔

بہت سے علماء حضرت کی عبادت ہی دیکھ کر عاشق ہوجاتے تھے، مجنوں کی کیا مثال دوں، حضرت جنگل کی فضاؤں میں اپنی انگلی سے اللہ لکھتے رہتے تھے، کبھی ندی کے کنارے بھی جاکر عبادت کرتے تھے۔ حضرت صبح کو ناشتہ نہیں کرتے تھے، فجر کے بعد سے ایک بجے تک عبادت تو خوب ہوتی مگر پانی ایک قطرہ بھی نہیں پیتے تھے، بارہ ایک بجے خوب بھوک لگتی تھی پھر دال روٹی میں بھی بریانی کا مزہ آتا تھا۔ اختر نے بھی دس سال تک ناشتہ نہیں کیا کیوں کہ شرم آتی تھی کہ شیخ ناشتہ نہ کریں اور ہم ناشتہ کریں، تو مرید کو شرم آتی ہے، اس لیے میں نے کہا کہ میں بھی ناشتہ نہیں کروں گا، جب آپ کھائیں گے تب کھاؤں گا، آپ نہیں کھائیں گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا، میں کبھی حضرت کو چھوڑ کر دوستوں میں جاکر ہنستا بولتا نہیں تھا، جب تک حضرت عبادت کرتے تھے میں سنتا رہتا تھا کیوں کہ اتنی عبادت کی مجھ میں طاقت نہیں تھی، جب حضرت قرآن پڑھتے تھے تو میں سنتا رہتا تھا مگر مجھ کو اس میں مزہ بہت آتا تھا۔ آخر

کوئی تو بات تھی کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے بھی حضرت کو اپنا پیر بنایا تھا اور باقاعدہ اصلاحی خط لکھتے تھے کہ کاغذ کے ایک طرف اپنا حال لکھتے تھے اور ایک طرف جواب کے لیے خالی حصہ چھوڑتے تھے۔

آہ! ایک دن تھا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہوتی تھی، فجر کے بعد حضرت مجلس فرماتے تھے، سیتاپور لکھنؤ کے بڑے بڑے علماء اور میرے شیخ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سب آتے تھے اور ادب سے بیٹھے رہتے تھے، میں بھی بیٹھا ہوتا تھا اور حضرت کی باتوں کو نوٹ کرتا تھا، سارا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے کہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں اور ہم لوگ ان کے ساتھ بیٹھے ہیں، میرے سامنے ہر وقت حضرت کا اور اپنے بزرگوں کا نقشہ سامنے رہتا ہے، اللہ والوں کی غلامی بہت بڑی نعمت ہے، اس کے سامنے سلطنت کیا چیز ہے، اللہ والوں سے بڑھ کر کون بادشاہ ہوگا۔ جس کے دل میں اللہ ہو، جس کے ساتھ اللہ ہو اس کی قیمت کا کیا حق ادا ہو سکتا ہے۔

استقامت علی التقویٰ کی ایک عجیب و غریب مثال

بزرگوں کی چند باتیں یاد آگئیں اس لیے عرض کر دیں۔ اب وہ مضمون پیش کرتا ہوں جس کا میں نے وعدہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب میں ایک نور داخل کرتے ہیں جس کا ثبوت قرآنِ پاک کی ایک آیت اور حدیث شریف سے پیش کرتا ہوں، آیت ہے:

وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ[۵]

ہم ان کو ایک نور دیتے ہیں جو اس شعر کا مصداق ہے ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

مطلب یہ کہ اللہ والے سارے عالم میں جہاں بھی جاتے ہیں لندن ہو، جرمنی ہو، بزنس ہو، بیوپار ہو، یہ اپنے قلب میں اس نور کو لیے رہتے ہیں، میر انور ان کو کھینچے رکھتا ہے، مجال نہیں کہ

۵ الانعام: ۱۲۲

اِدھر اُدھر عورتوں کو، ٹیڈیوں کو دیکھ لیں ؂

ناریاں بر ناریاں را جاذب اند

نوریاں بر نوریاں را طالب اند

ان کے نور کو میرا نور کھینچے رکھتا ہے۔ جیسے کمپاس یعنی قطب نما کو جدھر چاہے گھمالو اس کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے کیوں کہ اس سوئی کی نوک پر مکھی کے سر کے برابر مقناطیس لگا رہتا ہے اور مقناطیس کا مرکز شمال ہے، جب تک سوئی پر مقناطیس لگا ہوا ہے اس کو جدھر چاہے گھماؤ مگر شمال جو مقناطیس کا مرکز ہے اس کی لہریں اس سوئی کو اپنی طرف کھینچے رکھتی ہیں لیکن اگر سوئی کی پالش کھرچ دو پھر کمپاس کو جدھر چاہو گھمالو اس کی سوئی نہیں تڑپے گی۔ اللہ کے نور کی لہریں سارے عالم میں موجود ہیں، جو لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں ان کے قلب کی سوئی میں اس نور کی پالش لگ جاتی ہے لہٰذا ان لہروں کی وجہ سے ان کے دل کا قبلہ ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف رہتا ہے، اگر ان سے کبھی کوئی گناہ ہو جائے یا کوئی حسین اپنی طرف کھینچے تو ان کا دل تڑپنے لگتا ہے جب تک کہ پھر سے اپنا رخ صحیح نہ کرلیں۔ اسی لیے جب اللہ کسی بندے کو اپنا نور دیتا ہے تو اس نور کی وجہ سے وہ سارے عالم میں جہاں جاتا ہے اللہ ہی کا بن کر رہتا ہے۔ اس آیت میں **النَّاسِ** میں الف لام استغراق کا ہے یعنی اس سے جرمن مستثنیٰ نہیں ہے، لندن کا ایئرپورٹ مستثنیٰ نہیں ہے، وہ جہاں بھی جائے گا وہ نور اس کو اللہ سے غافل نہیں ہونے دے گا، اس کو اللہ تعالیٰ سے وصل دوام رہے گا، اس کو فصل عارضی بھی نہیں ہو سکتا، وہ فصل عارضی بھی برداشت نہیں کر سکتا، اللہ والا اپنے اللہ کی جدائی کو برداشت نہیں کر سکتا، وہ جان بوجھ کر بھلانا بھی چاہے کہ اس وقت اللہ میاں یاد نہ آئیں میں ذرا گناہ کا مزہ لینا چاہتا ہوں تو بھی اس کے دل سے اللہ کا خیال اور اس کی عظمت نہیں ہٹے گی۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؂

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

لہٰذا اگر چاہتے ہو کہ ہم اللہ سے ایک سانس بھی دور نہ ہوں اور ہر گناہ سے بچے رہیں تو یہ نور حاصل کرلو، یہی نور حاصل کرنے کے لیے ہم سمندر کے کنارے آئے ہیں، **وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ** اللہ والے اپنے دل میں ہر وقت اس نور کو لیے رہتے ہیں۔ اس

آیت کی تفسیر پر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے ؂

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کیے ہوئے

اللہ کے عاشقوں کا کوچۂ جاناں یعنی محبوب کی گلی پورا عالم ہے، وہ جہاں جاتے ہیں اللہ کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں، یَمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ اس نور کو ساتھ رکھنا گویا خدا کو ساتھ رکھنا ہے، وہ کسی وقت اللہ سے دور نہیں ہوتے، ہر وقت اللہ پر فدا رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر زندگی کا مزہ لینا ہے تو اللہ پر فدا ہو جاؤ ورنہ گراؤنڈ فلور کے گُو کے کیڑے بنے رہو گے پھر جب موت آئے گی تب پتا چلے گا کہ کہاں مرے تھے، کس پر مرے تھے اور کیوں مرے تھے۔

گناہوں سے دل کا سکون برباد ہو جاتا ہے

رومانٹک دنیا یعنی حسن مجازی کے عاشق جتنے لوگ ہیں یہ اس دنیا میں بھی معذب ہیں، کسی کو چین نہیں ہے۔ جن کے دل میں دھواں ہے ان کا چہرہ بتا دیتا ہے کہ اندر آگ لگی ہوئی ہے۔ اللہ والوں کا، اہل تقویٰ کا چہرہ دیکھ لو اور رومانٹک اور بد نظری کرکے جو آئے اس کا چہرہ دیکھ لو، چاہے وہ نمازی بھی ہو، روزہ بھی رکھتا ہو، گول ٹوپی بھی پہنتا ہو لیکن بد نظری کے بعد اس کے چہرے کو دیکھو، اس کے چہرے پر لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ[۱] کا اثر ہوتا ہے۔

اس لیے کہتا ہوں کہ کب تک ان مُردوں کی پالش دیکھتے رہو گے، اگر میری نہیں مانو گے تو میں نالش کر دوں گا، اگر آپ اربابِ دانش ہیں تو میری بات مان لیں۔ ایک پلیٹ ہے اور اس میں غلاظت رکھی ہے جس پر سونے چاندی کا ورق چڑھا ہے تو کوئی اس کو کھائے گا؟ ہمیں علم الیقین ہے کہ ان حسینوں کے پیٹ میں نجاست اور غلاظت بھری ہوئی ہے لہٰذا ان کے گالوں کو مت دیکھو، یہ فتنہ اور آزمائش ہے۔ اللہ نے نمکینوں کو پیدا کیا مگر ہمیں حکم دیا کہ تمہارا دل حسینوں کو دیکھنے کے لیے بے چین ہوگا مگر میرے خوف سے اگر تم نے نظر ہٹالی تو تمہارا یہ بے چین دل میری محبت سے چین پا جائے گا بلکہ دائمی چین پائے گا اور اس بد نظری

[۱] مشکوٰۃ المصابیح:۱/۲۷۰، باب النظر الی المخطوبۃ وبیان العورات، المکتبۃ القدیمیۃ

سے تھوڑا سا عارضی حرام مزہ تو ملے گا مگر ہوش اُڑ جائیں گے، بے چین رہو گے، دل میں اختلاج شروع ہو جائے گا، عرقِ بیدِ مشک پینا پڑے گا۔ ہم سب حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے غلام ہیں لہٰذا ان کے دو جملے نوٹ کرلو کہ عشق مجازی عذابِ الٰہی ہے اور نظر بازی اس کا مقدمہ ہے، نظر بازی ہی سے عذابِ الٰہی شروع ہو جاتا ہے یعنی دل کا چین اڑ جائے گا۔ جو دوزخیوں کا مزاج ہے وہی رومانٹک دنیاوالوں کا مزاج ہے یعنی نہ انہیں موت آتی ہے نہ ان ظالموں کو حیات ملتی ہے۔

اب ذرا اپنے پر دادا پیر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات بھی سنو، فرماتے ہیں کہ جو لوگ شکلوں پر مرتے ہیں ایک دن ان کا انجام عداوت اور نفرت ہو گا۔ یعنی جب شکل بگڑ جائے گی تو اس سے نفرت ہو گی اور جب نفرت ہو گی تو وہ بھی اس سے دشمنی کرے گا، کہے گا کہ دیکھو! پہلے ہمارے پیچھے پڑا رہتا تھا اب پوچھتا بھی نہیں۔ لہٰذا کوئی کتنا ہی حسین ہو اس کو مت دیکھو۔

نورِ ہدایت اتباعِ شریعت سے ملتا ہے

قرآن پاک کی آیت سے یہ ثبوت مل گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو ایک نور عطا فرماتا ہے اور وہ اس نور کو سارے عالم میں لیے پھرتے ہیں، وہ نور مسجد میں بھی ہو گا، ملتزم پر بھی ہو گا، روضۂ مبارک پر بھی ہو گا، سارے عالم میں جہاں جائے گا اللہ کا وہ نور اس کے دل میں رہے گا، اس کا اللہ سے رابطہ اور تعلق ہمیشہ قائم رہے گا وَ رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ[7] اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں رابطہ رکھتے ہیں۔

اب حدیث شریف کی دلیل بھی سن لیں مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ[8] کہ اللہ تعالیٰ جس کے قلب میں نور عطا فرماتے ہیں، اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتے ہیں اس کا سینہ اپنی فرماں برداری کے لیے کھول دیتے ہیں، يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وہ

ے الکہف:۱۴

۸ صحیح البخاری: ۱/۱۶، باب من یرد اللہ بہ خیرا... الخ (۷۳)، المکتبۃ المظھریۃ

فرماں بردار رہتا ہے، اس میں گناہ چھوڑنے کی ہمت آجاتی ہے، اس کا لومڑیانہ مزاج بدل جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وَلَا یَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ اللہ کے راستے میں لومڑیوں کی چال مت چلو، راہِ فرار مت اختیار کرو، یہ نہیں کہ ایئر ہوسٹس کو دیکھا تو اللہ کو بھول گئے اور لومڑی کی طرح اس کے بل میں گھس گئے یا دل میں اس کے بل میں گھسنے کے خیالات آنے لگے اور آپ بلبلانے لگے لٰہذا لومڑیانہ زندگی چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنْ یُّرِدِ اللہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ[۹] جس کو ہم ہدایت کا نور دیتے ہیں اس کا سینہ ہدایت کے لیے کھل جاتا ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے منبر پر اعلان فرمایا کہ آج یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا مَا ھٰذَا الشَّرْحُ یَارَسُوْلَ اللہِ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی شرح کیا ہے؟ سینہ کیسے کھلتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ اِنْفَسَحَ جب اللہ کی ہدایت کا نور آتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔ اس کو ہر گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، وہ شیرانہ زندگی گزارتا ہے، اس میں لومڑی پن نہیں ہوتا، وہ جانباز ہو جاتا ہے، باوفا ہو جاتا ہے، اہلِ وفا ہو جاتا ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ خدا کے عاشق کے دل میں نور داخل کیا جاتا ہے۔ ہمارا تصوف قرآن و حدیث سے مدلل ہے۔

عطائے نورِ ہدایت کی تین علامات

تو تصوف مدلل ہو گیا فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللہِ، ھَلْ لِتِلْکَ مِنْ عَلَامَۃٍ یُعْرَفُ بِہٖ؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ دل میں اس نور کے آنے کی کیا علامات ہوتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین علامتیں ہیں:

نمبر ۱۔ اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وہ بیوپار بھی کرتا ہے، کاروبار بھی کرتا ہے، گھر بار بھی رکھتا ہے، بال بچے بھی رکھتا ہے مگر اس کے دل میں اللہ رہتا ہے، دنیا سے دل نہیں لگاتا، دنیا میں رہو

[۹] الانعام:۱۲۵

مگر اس سے دل نہ لگاؤ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بالکل دل نہیں لگے گا تو کاروبار کیسے ہو گا؟ تو دنیا سے دل تو لگاؤ مگر جتنا دنیا سے لگاؤ اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہو، دنیا کی محبت جائز تو ہے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہو۔ تو ایک علامت ہو گئی کہ دنیا سے دل نہ لگے، ہر وقت یہ یقین رہے کہ کسی بھی وقت اللہ کے یہاں جانا ہے۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

نمبر ۲۔ وَ الْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے قلب کا دھیان لگا رہتا ہے، یادِ خداوندی میں دل لگا رہتا ہے، ہاتھ سے کام کرتا ہے، زبان سے بزنس کی باتیں کرتا ہے مگر دل میں اللہ رہتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ بہت مشکل کام ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ رہے تو خواجہ صاحب نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے؟ حکیم الامت نے فرمایا کہ دیکھو! جو عورتیں پانی بھرتی ہیں تو ایک گھڑا ان کے سر پر ہوتا ہے اور ایک گھڑا بغل میں دبایا ہوتا ہے، جو گھڑا سر پر ہوتا ہے اس کو بغیر ہاتھ لگائے چلتی ہیں اور خوب ہنس رہی ہوتی ہیں، بات کرتی جارہی ہیں مگر ان کے دل میں ہر وقت اس گھڑے کا خیال رہتا ہے، اگر دل سے یہ خیال ہٹ جائے تو گھڑا گر پڑے گا۔ ایسے ہی اللہ والے دل میں ہر وقت اللہ کا دھیان رکھتے ہیں۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

تو دو علامتیں ہو گئیں۔ نمبر ایک، دنیا سے دل مت لگاؤ، بازار میں رہو مگر بازار سے دل مت لگاؤ۔ نمبر دو، اللہ کا خیال دل میں رکھو، کم از کم اتنا خیال تو رکھو کہ ہم اس کے بندے ہیں، بس اتنا دھیان بھی کافی ہے۔ بیٹے کے لیے اتنا دھیان کافی ہے کہ میں اپنے ابّا کا بیٹا ہوں تو گویا وہ ابّا کو نہیں بھولا، اسی طرح اتنا خیال ہو کہ میں اپنے ربّا کا بندہ ہوں، چند دن کے لیے دنیا میں آیا ہوا ہوں پھر

ڈِپارچر یعنی یہاں سے روانگی ہو جائے گی، لہٰذا جلدی جلدی وہاں کے لیے کمائی کر کے بھیجو۔

نمبر۳۔ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ[۱۰] تیسری علامت موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا ہے کہ ہماری کوئی نماز قضا تو نہیں، ہمارے ذمہ کوئی روزہ تو قضا نہیں، زکوٰۃ کی کوئی رقم تو باقی نہیں کہ اگر اچانک موت آجائے تو کیا ہوگا، اپنی فائل درست کرلو، کسی کو ستایا ہو تو اس سے معافی مانگ لو، حقوق العباد کی فائل بہت بڑی ہے، اسے آپ خود درست نہیں کرسکتے جب تک جس پر آپ نے ظلم کیا ہے، اسے ستایا ہے، اس کا مال اور دیگر حقوق مارے ہیں، وہ خود معاف نہ کردے لہٰذا اس سے معافی مانگ کر حقوق العباد سے متعلق اپنی فائل درست کراؤ۔

بس آج کی مجلس ختم۔ بادل آیا اور برس گیا، جب بادل برس جاتا ہے تو میرا مضمون خود بخود رُک جاتا ہے، اب اس وقت کوئی مجھ سے کہے کہ بولو تو کیسے بولوں، جب بادل ہی برس گئے، اللہ پاک کی توفیق سے دل پر بادل آئے اور برس گئے۔ اب پانچ منٹ میں میرے اس بیان کا خلاصہ بیان کردو تاکہ جو انگریز، مصر اور چائنا کے لوگ ہیں ان کی سمجھ میں بھی بات آجائے، آج اسی حدیث کو بیان کردو کہ اللہ تعالیٰ جب دل میں نور کی رونق عطا فرماتے ہیں تو وہ دین کی رونق کی فکر کرے گا اور جو اللہ کے دین کی رونق کی فکر کرے گا تو وہ بھی رونق والا بن جائے گا۔

جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمِّ سُلیم رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے، اس کے لیے دعا کردیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَا اَعْطَيْتَهٗ[۱۱] کہ اے اللہ! ان کے مال اور اولاد میں زیادتی عطا فرما اور تو انہیں جس نعمت سے بھی نوازے اس میں برکت عطا فرما۔ اس دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد پر مال کو مقدم کیا، پہلے مال کی دعا کی تاکہ زیادہ اولاد کا سن کر گھبرا نہ جائے کہ انہیں کھلاؤں گا کہاں سے۔

حدیث پاک کی ایک دعا کی عالمانہ تشریح

حدیثِ پاک کی ایک دعا ہے:

---

۱۰ شعب الایمان للبیہقی: ۷/۳۵۲(۱۰۵۵۲)، المستدرک للحاکم: ۴/۱۱

۱۱ صحیح البخاری: ۲/۹۳۸(۶۳۶۸)، باب قول اللہ وصل علیھم، المکتبۃ المظھریۃ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَآءِ وَدَرْکِ الشَّقَآءِ
وَسُوْٓءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ [۱۲]

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں جَھْدِ الْبَلَآءِ کی دو تفسیریں لکھی ہیں: پہلی تفسیر یہ ہے کہ کوئی ایسی بیماری یا مصیبت آجائے حَتّٰی یَخْتَارَ حِیْنَئِذٍ عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیَتَمَنَّاہُ کہ جس سے آدمی موت کی تمنا کرنے لگے کہ یااللہ! اس سے اچھا تو مجھے موت ہی دے دے، ایسی مصیبت آجائے کہ آدمی کہے کہ مجھے موت آجاتی۔ دوسری تفسیر علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ نقل کی ہے بِقِلَّةِ الْمَالِ وَکَثْرَةِ الْعِیَالِ [۱۳] کہ اولاد کی کثرت ہو اور مال کم ہو۔ اللہ ایسی مصیبت سے پناہ میں رکھے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا میں، مال میں برکت کو اولاد میں برکت سے مقدم رکھا کہ کہیں آدمی کثرتِ عیال اور قلتِ مال سے گھبرا نہ جائے۔

اس دعا میں دَرْکِ الشَّقَآءِ یعنی بد نصیبی کے پکڑ لینے سے بھی پناہ آئی ہے، اور بد نصیبی پکڑتی ہے گناہ کی وجہ سے، جیسے حدیثِ پاک کی ایک اور دعا ہے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ وَ لَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِکَ [۱۴] اے اللہ! مجھ پر رحم فرمایئے تاکہ میں گناہوں کو ترک کردوں اور گناہوں کی وجہ سے مجھے بد نصیب ہونے سے بچایئے۔ آگے ہے وَسُوْٓءِ الْقَضَآءِ اور یااللہ! کوئی ایسا فیصلہ میرے حق میں نہ فرما جو میرے لیے مضر ہو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قضا کو نہیں بدلتا لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ [۱۵] تو اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کو نہیں بدل سکتے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے کو مخلوق نہیں بدل سکتی، یہ نہیں کہ نعوذ باللہ، اللہ میاں بھی نہیں بدل سکتے۔ پھر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا مانگی کہ اے خدا! آپ کا جو فیصلہ ہے یہ آپ کا محکوم ہے، آپ اس پر حاکم ہیں لہٰذا اگر آپ نے میرے لیے دوزخ لکھی ہے تو جنت لکھ دیجیے،

---

۱۲ صحیح البخاری: ۹۳۹/۲ (۶۳۸۱)، باب التعوذ من جھد البلاء، المکتبۃ المظھریۃ
۱۳ مرقاۃ المفاتیح: ۳۶۵/۵-۳۶۶، باب الاستعاذۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۴ سنن الترمذی: ۱۹۷/۲ (۳۵۷۰)، باب فی دعاء الحفظ
۱۵ یونس: ۶۴

اپنے فیصلے کو بدل دیجیے، کیوں کہ آپ کا فیصلہ آپ کا محکوم ہے، آپ پر حاکم نہیں ہے، اگر آپ اپنے فیصلے کو نہیں بدل سکتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا فیصلہ آپ پر حاکم ہو گیا اور آپ محکوم ہو گئے اور یہ آپ کی شان کے خلاف ہے، لہٰذا آپ کا فیصلہ آپ کا محکوم ہے، آپ اپنے محکوم کو بدل دیجیے، اپنا فیصلہ بدل دیجیے، اگر آپ نے ہمارے لیے دوزخ لکھی ہے تو اس کو کاٹ کر جنت لکھ دیجیے، کیوں کہ قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہے لہٰذا ہمارے سوء قضا کو حسنِ قضا سے بدل دیجیے۔ اس دعا کے آخر میں ہے وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ اے اللہ! ہمیں دشمن کے طعنہ دینے سے بچالیجیے کہ دشمن طعنہ دے کہ بڑے مولانا بنتے تھے، دیکھا اب مولانا کا کیا حال ہے۔ اے اللہ! ہمیں دشمنوں کے طعنہ دینے سے اپنی پناہ میں رکھیے، آمین۔

حیاتِ عاشقانہ اور حیاتِ فاسقانہ میں فرق

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو، کافروں کو اللہ نے مردہ فرمایا ہے کہ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا[۱۶] کیا یہ مردہ نہیں تھے؟ تو معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے لوگ مردہ ہیں، آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَحْيَيْنٰهُ پھر میں نے ان کو حیات بخشی۔ معلوم ہوا کہ جو اللہ سے جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی زیادہ حیات یافتہ ہے۔ اگر زندگی دیکھنی ہو تو اللہ والوں کی دیکھو کیوں کہ اللہ نے ان کو حیات سے نوازا ہے، حیات اصل میں اللہ کے عاشقوں کی ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ[۱۷] اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی دعوت قبول کرو جب وہ تمہیں اس بات کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے، ان کی اس دعوت کو سر آنکھوں پر رکھ لو اور اس پر عمل کرو کیوں کہ اللہ اور رسول تم کو حیات بخش چیز کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس کا ترجمہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حیات بخش کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو اللہ جانوروں کو حیات دیتا ہے وہی اللہ اپنے عاشقوں کو حیاتِ عاشقانہ دیتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حیاتِ عاشقانہ اور ہے اور حیاتِ فاسقانہ اور ہے۔ زندگی نام ہے اللہ پر فدا ہونے کا، جو خدا پر فدا نہیں

۱۶؎ الانعام:۱۲۲

۱۷؎ الانفال:۲۴

ہے وہ کھاتا پیتا تو ہے مگر مردہ ہے، اللہ نے ان کو جانور بھی نہیں فرمایا بلکہ ان سے بھی بدتر فرمایا ہے، جیسے ایک جگہ فرمایا کہ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ[۱۸] کافر مثل جانور کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جانور بھی تسلیم نہیں کیا بلکہ فرمایا اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا کیا وہ مردہ نہیں تھے۔

بس اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذِکر کو اپنی رحمت سے قبول فرمائے۔ ایک مجذوب بزرگ تھے وہ یہ دعا کرتے تھے کہ اے خدا! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے، ہم غریبوں پر اتنی مہربانی فرما دیجیے۔ یااللہ! آپ بہت بڑے ہیں، آپ کا نام بھی بہت بڑا ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے اختر پر، اس کی اولاد و ذُرِّیات پر، اس کے دوستوں پر، اُن کی ذُرِّیات پر، سارے عالم کی پوری امتِ مسلمہ پر مہربانی فرما دیجیے۔ یا اللہ! سارے عالم کے مسلمانوں کو عافیتِ دارین نصیب فرما۔ اے اللہ! ہم سب پر، سارے عالم کے مسلمانوں پر رحم فرمادے، کافروں کو دولتِ ایمانی دے دے اور اختر کو اور جملہ اہل ایمان کو تقویٰ اور عافیت دارین نصیب فرمادے۔ چیونٹیوں پر مہربانی فرما دے بلوں میں، مچھلیوں پر رحم فرمادے سمندروں میں اور دریاؤں میں، پرندوں پر رحم فرمادے فضاؤں میں، اپنی رحمت کا غیر محدود سمندر ہم سب پر برسادے، اپنے نام پاک کے صدقہ میں ہم سب کی بگڑی بنادے۔ یااللہ! ہم میں سے جس کو جس گناہ کی عادت ہے اس کو اس سے پاک فرمادے۔ یااللہ! اپنی رحمت سے تقویٰ کی برکت سے ہماری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دے۔ ہم اپنی زندگی کو آپ کی نافرمانی میں بہت زیادہ گزار چکے ہیں مگر گناہوں میں سوائے پریشانی کے اور کچھ نہ ملا۔ اے خدا! آپ اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنے اولیاء اور دوستوں کی زندگی عطا فرمادے، تقویٰ کی حیات نصیب فرمادے، آمین۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

رَبِّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَآئِكَ شَقِيًّا

۱۸؎ الاعراف:۱۷۹

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے
دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسننِ مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (برے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص وطمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائلِ تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سُنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سُنن کو توجہ سے معلوم کر کے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سننِ عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہورہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہوگا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❁❁❁❁

نقشِ قدم نبیؐ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

www.khanqah.org

بندے اللہ تعالیٰ سے جو محبت کرتے ہیں وہ اس محبت کا فیضان ہے جو اللہ کو اپنے بندوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں سے جتنی محبت کرتے ہیں اگر بندوں کو اس کا ادراک ہو جائے تو وہ مارے خوشی کے ہوش و خرد سے بیگانہ ہو جائیں۔ انسانی فطرت ہے کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کا نام سن کر بھی اس کا جذبۂ محبت جوش مارتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کا اپنے محبوب حقیقی سے جتنا قرب اور تعلق بڑھتا جاتا ہے اس کو اللہ کا نام لینے میں اتنا ہی مزہ آتا ہے یہاں تک کہ عاشقین خدا کو اللہ کے نام کے سوا دنیا کی کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اللہ کے ایسے عاشقوں میں ہوتا ہے جن کی گرم جوشیٔ عشقِ خدا کے لاکھوں گواہ موجود ہیں۔ حضرت اقدس کو ذکر نامِ خدا اور دینی احکام پر کاربند رہنے کے سوا دنیا و مافیہا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیوں کہ اللہ کا ذکر صرف اللہ کا نام لینا ہی نہیں ہے بلکہ اللہ کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا نام بھی ہے۔ حضرت اقدس نے اپنے وعظ "لذتِ ذکر کی وجد آفرینی" میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے خالق نے ہماری پرورش کے لیے جس طرح نظامِ کائنات کو ہماری خدمت کے لیے بنایا ہے یہی عقلی دلیل اللہ تعالیٰ سے اشد محبت کرنے کے لیے کافی ہے۔

www.khanqah.org

ناشر
کتب خانہ مظہری